جناب زینبؑ کی شخصیت

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

آپ حضرت علی بن ابی طالب اور جناب فاطمہ زہراؑ کی بڑی بیٹی اور پیغمبر اسلام کی بڑی نواسی تھیں۔ اس حیثیت سے آپ واقعۂ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد سب سے زیادہ نمایاں شخصیت کی حامل تھیں۔

جب آپ کے جد بزرگوار حضرت محمد مصطفیٰؐ اور والدہ گرامی جناب فاطمہ زہراؑ کی وفات ہوئی ہے تو آپ بہت کم سن تھیں۔ ان کے بعد آپ اپنے والد ماجد حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے سایہ تربیت میں پروان چڑھیں اور حضرت نے آپ کی شادی اپنے حقیقی بھتیجے جناب عبداللہ بن جعفر کے ساتھ کی۔ جن کو ان کی نمایاں فیاضی کی بدولت ''بحر الجود'' (سخاوت کا سمندر) کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

جناب امیر علیہ السلام محبت و شفقت کے لحاظ سے جناب زینبؑ کے ساتھ تقریباً امام حسنؑ و امام حسینؑ کے برابر برتاؤ کرتے تھے۔ چنانچہ اس ماہ رمضان میں کہ جس کی انیس تاریخ حضرت امیر علیہ السلام کے سر مبارک پر ضرب لگی ہے حضرت نے آغاز ماہ سے اپنے افطار کے دنوں کو اپنی اولاد پر تقسیم فرما دیا تھا وہ اس طرح کہ ایک رات امام حسنؑ کے یہاں افطار فرماتے تھے، ایک رات امام حسینؑ کے یہاں اور ایک رات عبداللہ بن جعفر کے مکان پر یعنی اپنی صاحبزادی جناب زینبؑ کے یہاں۔ (ارشاد شیخ مفید، ص ۸، تہران)

واقعہ کربلا تک کم و بیش پچاس برس کی طولانی مدت میں غیر معمولی واقعات پیش آئے اور ان میں آپ نے غیر معمولی قوت برداشت کے مناظر کا کم از کم تین زندہ مثالوں میں برابر مشاہدہ فرمایا۔ یہی وہ بنیاد تھی جس پر آپ کے کردار بلند کی وہ مستحکم عمارت قائم ہوئی جسے سخت ترین مصائب ذرہ بھر بھی متزلزل نہ کر سکے۔

مدینہ سے لے کر کربلا تک حضرت زینبؑ ہر منزل میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھیں اور اس لئے معرکہ کربلا کے اسباب جہاں سے شروع ہوئے اور جن نتائج تک پہنچے ان سب کو حضرت زینبؑ کبریٰ ہی کی روئداد حیات سمجھنا چاہئے۔

ان میں سے بعض واقعات میں آپ کا ذکر صفحہ تاریخ میں نمایاں طور سے نظر آتا ہے۔ چنانچہ قیام کربلا کے بعد ایک موقع وہ ہے جب بہن نے بھائی کی زبانی وہ حسرت آمیز اشعار سنے ؎

يَا دَهْرُ اُفٍّ لَکَ مِنْ خَلِيْلٍ
کَمْ لَکَ بِالْاَشْرَافِ وَالْاَصِيْلِ
مِنْ طَالِبٍ اَوْ صَاحِبٍ قَتِيْلٍ
وَالدَّهْرُ لَا يَقْنَعُ بِالْبَدِيْلِ
کُلُّ حَيٍّ سَالِکُ سَبِيْلِي

ان کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ زمانہ کا انداز صبح وشام یہی ہے کہ کوئی نہ کوئی لقمہ اجل ہوتا ہے اور ذی روح کو اسی راستے پر جانا ہے۔

ان اشعار سے زینبؑ کبریٰ نے محسوس کیا کہ بھائی اپنی سنانی سنا رہے ہیں آپ بے تابانہ بھائی کے پاس آئیں اور کہا ہائے کاش میں دنیا سے گذر چکی ہوتی آج مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میری ماں کا سایہ سر سے اٹھا، میرے باپ اور میرے بھائی حسنؑ آج ہی مجھ سے چھوٹ رہے ہیں۔ آپ ہی تو ان سب کے جانشین ہیں۔ امام حسینؑ نے بہن کو تلقین صبر فرمائی۔ جناب زینبؑ نے کہا: کیوں بھائی! کیا بالکل آپ مرنے پر تیار ہو گئے ہیں۔ حضرت نے ایک عربی کی مثل زبان پر جاری فرمائی کہ

لَوْ تُرِکَ الْقَطَا لَیْلاً لَنَامَ

مطلب یہ تھا کہ اس کے سوا کوئی چارہ کاری نہیں ہے۔ یہ سن کر جناب زینبؑ کی بے چینی اور بڑھی اور کہا: ہائے غضب! اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو زبردستی ہم سے چھین لیا جائے گا۔ یہ کہہ کر اپنے منھ پر طمانچے مارے، گریبان چاک کیا اور غش کھا کر گر پڑیں۔ امام کسی طرح بہن کو ہوش میں لائے اور بصیرت الفاظ میں بہن کو صبر کی ہدایت فرما کر قسم دی کہ میرے بعد گریباں نہ پھاڑنا، منھ نہ نوچنا اور واویلا کہہ کر نوحہ نہ کرنا۔ پھر بہن کو لے جا کر اس جگہ بٹھا دیا جہاں زین العابدینؑ بیماری کے عالم میں لیٹے ہوئے تھے۔ (طبری جلد ٦ ص ۲۴۰-۲۳۹)

اگر غم میں اور وہ بھی بھائی کا غم، اور بھائی بھی امام اور حجت خدا۔ اس کے غم میں یہ باتیں شریعت کی رو سے ممنوع ہوتیں تو حضرت کے لئے ان احکام شرع کا بہن کو یاد دلانا کافی ہوتا۔ خصوصی وصیت کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن چونکہ ایسے غم میں یہ باتیں روا ہیں اور شایان شان ہیں مگر حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو جس صورت حال سے دوچار ہونا تھا اس میں بھائی کی شہادت کے بعد ان پر ذمہ داریاں بہت زیادہ عائد ہونے والی تھیں پھر شماتت کرنے والے دشمنوں کا ماحول ملنے والا تھا۔ اس لئے حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ خصوصی وصیت بہن کو فرمائی اور یہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے ضبط نفس کا بڑا کارنامہ ہے کہ جو صرف بھائی کی زبان سے خبر شہادت سن کر بے تاب ہو گئی ہوں۔ بھائی کی شہادت کے بعد انھوں نے اپنے کو ایسا سنبھالا کہ کربلا سے لے کر کوفہ اور شام اور پھر واپسی مدینہ تک پہاڑ بھی ان کے سکون وتحمل کے سامنے سبک نظر آتے ہیں۔

نویں تاریخ محرم کو جب شمر ابن زیاد کا خط لے کر عمر بن سعد کے پاس آیا کہ ہم نے تم کو صلح کی گفتگو کے لئے نہیں بھیجا ہے اگر حسین اور ان کے اصحاب میرے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور اپنے کو میرے رحم وکرم پر چھوڑیں تو ان کو خاموشی کے ساتھ میرے پاس بھیج دو اور اگر وہ انکار کریں تو ان پر حملہ کرو۔ (الاخبار الطوال، ص ۲۵۲) اور اس کے بعد عمر سعد نے ایک دم حسینی فوج پر حملہ کر دیا۔ اس وقت امام حسین عصر کی نماز کے بعد خیمہ کے دروازے

پر تلوار کا سہارا لے کر گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھے تھے اور آپ کی آنکھ لگ گئی تھی کہ ایک مرتبہ گھوڑوں کی ٹاپ اور فوج کے غل کی آواز جناب زینب کے کان میں گئی۔ آپ گھبرا کر پردے کے پاس آئیں اور امام حسینؑ کو متوجہ کیا کہ دیکھئے فوج دشمن کی آوازیں بہت نزدیک سے آرہی ہیں آپ کے بعد جناب ابوالفضل العباس آئے اور انھوں نے اطلاع دی کہ فوج اعدا نے چڑھائی کر دی ہے۔

روز عاشور جب امام رخصت کے لئے تشریف لائے تو آپ نے حضرت زینبؑ ہی سے وہ پیراہن لے کر پہنا جسے اور جا بجا سے چاک کر لیا تا کہ دشمن لوٹنے کے وقت بوسیدہ ہونے کی وجہ شاید اس پیراہن کو نہ لیں اور لاش آپ کی برہنہ نہ ہو۔

اس کے بعد حضرت زینبؑ کبریٰ کی آنکھوں کے سامنے وہ مناظر پیش آئے جن کا تصور ہی لرزہ براندام کرنے کے لئے کافی تھا۔ بھائی کی شہادت، خیموں کی لوٹ اور پھر آتش زدگی اور اس کے بعد اسیری ان تمام مراحل کو جناب زینبؑ نے ضبط و صبر کے ساتھ طے کیا۔

۱۱ر محرم کی صبح کو جب پس ماندگان حسینؑ قیدی بنائے جا چکے اور لٹا ہوا قافلہ کوفہ کی طرف روانہ کیا گیا تو قتل گاہ سے ہو کر گذرا کہ جہاں افواج یزید کے مقتولین کو دفن کئے جانے کے بعد شہدائے راہ خدا کی لاشیں بے غسل و کفن خاک و خون میں آلودہ چھوڑ دی گئی تھیں۔

اس جگر خراش منظر سے بیمار وناتواں علی بن الحسین (زین العابدینؑ) کا وہ عالم ہوا جسے دیکھ کر جناب زینبؑ بے تاب ہو گئیں اور کہا اے یادگار رفتگان یہ تمہاری کیا حالت ہے کہ روح تمہارے جسم سے پرواز کیا چاہتی ہے بھتیجے نے جواب دیا اے پھوپھی اس منظر کو دیکھ کر کس طرح برداشت کروں کہ میرے پدر بزرگوار اور چچا اور بھائی غرض کہ تمام عزیز واقارب کو دیکھ رہا ہوں کہ سب بے دفن وکفن پڑے ہوئے ہیں اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہے۔ اس نازک موقعہ پر جناب زینبؑ ہی کا کام تھا کہ آپ نے اپنی والدۂ گرامی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی حدیث بیان کر کے کہ یہ لاشیں اس حال میں نہیں رہ جائیں گی ان کی قبریں بنیں گی اور ان پر روضے تعمیر ہوں گے اور زائرین کا مرکز ہوں گے۔ امام زین العابدینؑ کو تسلی اور دلاسا دیا۔

اس کے بعد کوفہ کے بازار سے جب آل رسولؐ کا لٹا ہوا قافلہ اس بے کسی کے عالم میں گذر رہا تھا جس کو دیکھ کر پتھر کا دل بھی پگھل جاتا اور بازار کوفہ میں ہر جانب کہرام برپا ہو گیا تو بشیر بن خزیم اسدی ناقل ہے کہ اس وقت زینبؑ بنت علیؑ نے مجمع کی طرف رخ کیا اور تقریر شروع کی میں نے کبھی ایک پردہ نشین کو آپ کی طرح پرزور تقریر کرتے نہ سنا تھا پس یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی زبان سے آپ کے پدر بزرگوار علی بن ابی طالب علیہ السلام بول رہے ہیں۔ آپ نے لوگوں کی طرف سکوت کا اشارہ کیا جس سے ہر طرف خاموشی چھا گئی آپ نے فرمایا کہ

حمد کا سزاوار اللہ ہے اور صلوٰۃ وسلام میرے پدر

بزرگوار محمد مصطفیؐ اور ان کی عترت سے مخصوص ہے۔ اے اہل کوفہ! اے اہل مکر و دغا! تم روتے ہو! خدا کرے تمہارے آنسوؤں کو تھمنا نصیب نہ ہو۔ اور تمہاری نوحہ وفریاد کی آوازوں میں سکون پیدا نہ ہونے پائے۔ پھر آپ کی تقریر کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا کیا تم لوگ سچ مچ آنسو بہا رہے اور چیخیں مار مار کر رو رہے ہو؟ حقیقتاً تمہارے لئے ہے بھی یہی بہتر کہ زیادہ روؤ اور کم ہنسو۔ تم نے سمجھنے کی کوشش بھی کی کہ کس طرح تم نے رسولؐ خدا کے جگر کو چاک کیا ان کے محترم اہل حرم کو بے پردہ کیا اور ان کی ہتک حرمت کی۔ کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ آسمان نے خون برسایا یہ تو کچھ نہیں، آخرت کا عذاب بہت سخت ہوگا اور اس وقت تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اس چندروزہ مہلت سے خوش نہ ہونا، خدا کو جلد بازی کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس کو موقع ہاتھ سے جانے کا اندیشہ نہیں بلاشبہ وہ تمہیں ایک وقت تک تمہارے حال پر چھوڑے رہے گا۔ راوی ناقل ہے کہ آپ کی اس دل ہلا دینے والی تقریر کے دوران میں میرے گرد وپیش تمام سامعین حالت اضطراب میں دانتوں میں انگلیاں دبائے رو رہے تھے اور ایک بڈھے کو میں نے دیکھا وہ کہہ رہا تھا کہ ''میرے ماں باپ تم پر نثار! تمہارے بوڑھے تمام دنیا کے بوڑھوں سے، تمہارے جوان تمام جوانوں سے تمہاری عورتیں تمام عورتوں سے اور تمہاری نسل تمام نسلوں سے افضل و بہتر ہے نہ وہ کبھی ذلیل کی جاسکتی ہے نہ رسوا۔

اس کے بعد دربار ابن زیاد کی منزل آئی۔ آپ کے گرد کنیزیں حلقہ باندھے ہوئے تھیں۔ ابن زیاد نے پوچھا وہ کون عورت ہے، تین دفعہ اس نے دریافت کیا کہ آخر ایک کنیز نے یہ کہہ دیا۔ ارے یہ زینب بنت فاطمہؑ ہیں یہ سن کر ابن زیاد نے جو فتح وظفر کے نشہ میں چور تھا آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

خدا کا شکر کہ اس نے تم لوگوں کو رسوا کیا، تمہیں قتل کیا اور تمہارے جھوٹ کو ظاہر کر دیا۔

(طبری، ج ۶ ص ۲۶۲)

''تم لوگوں کے خطاب کے ساتھ اس فقرہ میں کہ تمہارا جھوٹ ظاہر کر دیا'' بڑی وسعت تھی۔ اس میں رسالت ووحی اور قرآن وحدیث سب کا انکار مضمر تھا۔ یہ اسلامی اصول پر حملہ تھا جس پر حضرت زینبؑ نے خاموش رہنا اپنے لئے روا نہ جانا۔ فرمایا:

حمد ہے اس خدا کے لئے جس نے ہم کو عزت دی محمدؐ مصطفی کے ساتھ اور ہمیں پاک وپاکیزہ قرار دیا اس طرح جو حق ہے پاکیزہ قرار دینے کا نہ وہ کہ جو تو کہتا ہے۔ رسوا ہوتا ہے جو فاسق وفاجر ہے اور جھوٹ اس کا کھلتا ہے جس کے مدنظر سچائی نہ رہے اور وہ ہم نہیں ہمارا غیر ہے۔

اگر غیرت ہوتی تو ابن زیاد کو منفعل ہونا چاہئے تھا مگر وہاں تو اقتدار کا نشہ اور سلطنت کا غرور تھا۔ کہنے لگا: ''دیکھا! تم نے اللہ نے تمہارے بھائی اور دیگر عزیزوں کے ساتھ کیا کیا۔''

جناب زینبؑ نے بڑے سکون اور وقار کے ساتھ جواب دیا:

''میں نے تو اچھا ہی اچھا دیکھا۔ وہ خاصان خدا وہ تھے جن کے لئے شہادت کا درجہ کاتب تقدیر نے لکھ دیا تھا۔ اور وہ اپنے پیروں سے چل کر قربان گاہ کی طرف گئے اور وہ دن بھی دور نہیں جب پیش خدا تیرا اوران کا مقابلہ ہوگا اور تجھ کو اپنے کرتوت پر جواب دہی کرنا ہوگی۔''

پھر آخری معرکہ دربار یزید کا تھا۔ جب بھرے ہوئے دربار میں یزید نے وہ کفریہ اشعار پڑھے کہ

لَیتَ اَشیَاخِیْ بِبَدرٍ شَھِدُوا
جَزْعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَقْعِ الْاَسَلْ
لَاَھَلُّوا وَاستَھَلُّوا فَرِحًا
وَلَقَالُوا یَا یَزِیْدُ لَا تَشَلْ
لَعِبَتْ ھَاشِمْ بِالْمُلْکِ وَلَا
خَبَرْ جَآئَ وَلَا وَحیٌ نَزَلْ

یعنی کاش میرے جنگ بدر والے بزرگ زندہ ہوتے اور دیکھتے کہ دین محمدی کے انصار کس طرح نیزوں کے پڑنے سے گھبرا گئے ہیں تو وہ اس صورت میں خوش ہوکر مجھے دعائیں دینے لگتے۔ بنی ہاشم نے حصول سلطنت کا ایک کھیل کھیلا تھا۔ حقیقت میں نہ کوئی خبر آئی تھی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی۔

یہ سننا تھا کہ حضرت زینبؑ کھڑی ہوگئیں اور آپ نے وہ تقریر فرمائی جس نے یزید کی جاہ وجلال کی تمام بنیادوں کو کھوکھلا کردیا۔

آپ نے فرمایا کہ کتنا سچا ہے میرے پروردگار کا ارشاد کہ آخر میں ان لوگوں کی جو برے اعمال کرتے ہیں یہ نوبت پہنچی کہ وہ آیات خدا کی تکذیب کرنے اوران کی ہنسی اڑانے لگے۔ تو نے اے یزید! یہ گمان کیا ہے کہ چونکہ تو نے ہم کو اس حال تک پہنچا دیا ہے اور قید کر کے اپنے سامنے بلایا ہے تو اس سے ہماری واقعی ذلت ہوگئی......کیا تو بھول گیا۔ خدا کے اس قول کو کہ نہ خیال کریں وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کررکھا ہے، کہ ہم جو اُن کو مہلت دیتے ہیں وہ ان کے لئے کسی بہتری کا باعث ہوگی۔ ہم ان کو صرف اس لئے مہلت دیتے ہیں کہ وہ خوب دل کھول کر گناہ کرلیں بالآخر تو ان کے لئے حقارت آمیز سزا ہے ہی (سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا) اب تو اپنے مشرک بزرگوں سے داد کا طالب ہے گھبرا نہیں تھوڑے دنوں میں تو بھی ان کے پاس پہنچے گا......!

آخری الفاظ یہ تھے کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمارے بزرگوں کا انجام شہادت ورحمت کے ساتھ مقرر کیا اور وہی ہمارے لئے کافی اور بہترین ناصر اور معین ہے۔

پھر عرصہ کے بعد جب قید سے رہائی ہوئی تو ظالم کے دارالسلطنت میں مظلوم کا ماتم برپا کرنا بھی آپ ہی کا کارنامہ تھا۔ مدینہ میں واپسی کے بعد آپ ایک سال سے زیادہ زندہ نہیں رہیں اور پھر وفات پاگئیں۔ ❁❁❁